حج اور قربانی

خرّم مراد

منشورات

00092 / 8

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمُ

بابٌ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ –

حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ قَالَ ثَنَا سُفْیَانُ عَنْ قَیْسٍ عَنْ طَارِقٍ بِن شِهَابٍ

قَالَتِ الْیَهُوْدُ لِعُمَرَ اِنَّکُمْ تَقَرَءُوْنَ 'اٰیَةً لَوْ نَزَلَتْ فِیْنَا لَا تَّخَذْنَاهَا عِیْدًا فَقَالَ عُمَرُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ حَیْثُ اُنْزِلَتْ وَاَیْنَ اُنْزِلَتْ وَاَیْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُنْزِلَتْ یَوْمَ عَرَفَةَ وَ اِنَّا وَاللّٰهِ بِعَرَفَةَ قَالَ سُفْیَانُ وَاَشُكُّ کَانَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمْ لَااَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

(بخاری،جلد۲،کتاب التفسیر،سورۃالمائدہ،ص ۶۶۲)

باسمہ

عیدالاضحیٰ اور حج بیت اللہ کی مناسبت سے ایک حدیث میں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے جو یہودیوں میں سے تھا' اُن سے کہا: یا امیر المومنین! ایک آیت آپ کی کتاب میں ایسی ہے کہ اگر یہ آیت ہم یہودیوں کے اوپر نازل ہوتی تو ہم اُس دن کو اپنے لیے عید کا دن بنا لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ یہودی نے کہا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (المائدۃ ۵:۳) ''آج کے دن میں نے تمھارے لیے، تمھارے دین کو مکمل کر دیا' تمھارے اوپر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اُس دن کو اور اس جگہ کو ابھی جانتے ہیں جہاں یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اُتری تھی۔ آپ اُس وقت میدان عرفات میں کھڑے ہوئے تھے۔ جمعے کا دن تھا۔

اس روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن الخطاب اور ایک یہودی کے درمیان ایک مکالمہ ہے۔ یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ آیت جو آپ کے قرآن میں نازل ہوئی ہے جس میں دین کو کامل کرنے کا اور نعمت کے اتمام کا اور اسلام کو دین بنا دینے کے احسان کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے' اگر ہم پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس دن کو عید کے طور پر مناتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ اس آیت کا نزول ہمارے لیے یومِ عید ہے۔ یہ آیت جب نازل ہوئی تو وہ عرفہ کا دن تھا۔ لوگ میدانِ عرفات میں جمع تھے، جمعے کا دن تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم

لوگوں سامنے کھڑے تھے۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو بلکہ یہ تو ہمارے ہاں پہلے ہی سے عید کا دن ہے۔

اسے ہم عید قربان کے طور پر مناتے ہیں۔ یہ ہم عن قریب منانے والے ہیں۔ اس عید کے دن میں اللہ تعالیٰ کے احسان پر شکر کی ادائیگی بھی شامل ہے کہ اُس نے ہمارے اوپر ہمارے دین کو مکمل فرمایا، ہدایت کی نعمت، اپنی سب سے بڑی نعمت، ہمیں عطا فرمائی اور ہمارے لیے اسلام کو بحیثیت دین کے پسند فرمایا۔ عید کا دن جشن کا اور خوشی اور مسرت کا دن ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کی عید کے لیے دو ہی دن پسند فرمائے ہیں۔ ایک عید الفطر کا دن اور دوسرا عید الاضحیٰ کا دن۔ ایک وہ عید جو رمضان المبارک کے اختتام پر منائی جاتی ہے، جبکہ لوگ ایک مہینے کے روزے رکھ کر فارغ ہوتے ہیں۔ اور ایک وہ عید جو حج کے اگلے دن منائی جاتی ہے جب سارے حاجی منیٰ میں قربانی کرتے ہیں اور اس سے ایک دن پہلے عرفات کے میدان میں جمع ہو کر اپنے حج کو مکمل کرتے ہیں۔ ساری مسلم دُنیا جو حج کے لیے حاضر نہیں ہوتی، وہ اِسی عرفہ کے اگلے دن یومِ عید مناتی ہے۔

تہوار اور عید کا دن کسی قوم کے لیے جشن اور خوشی کا دن اس لیے ہوتا ہے کہ اُس دن ان کی زندگی یا قوم کی تاریخ میں کوئی ایسا دن آیا ہوتا ہے جس کے ساتھ اُن کی قوم کا، تاریخ کا، اللہ تعالیٰ کے احسانات کا رشتہ بندھا ہوا ہوتا ہے۔ عیسائی، ان کی دانست میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدایش کا جو دن ہے، اسے اپنے لیے یومِ عید سمجھتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں اپنی مرضی اور خود اپنے آپ کو انسانوں کے سامنے ظاہر کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے ان کی بخشش اور نجات ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر چڑھ کر اپنے ماننے والوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا۔ اس واقعے کے غلط ہونے کے باوجود اُن کی قومی اور دینی زندگی اسی واقعے سے وابستہ ہے۔ اس لیے وہ کرسمس کو حضرت عیسیٰؑ کی پیدایش کا دن تصور کر کے عید کے طور پر مناتے ہیں۔

یہودی اُس دن عید مناتے ہیں جس دن اللہ تعالیٰ نے اُن کو فرعون سے نجات دی، دریائے نیل کو پھاڑ دیا اور فرعون سے نجات دے کر فتح سے ہمکنار کیا۔ اُن کی قومی زندگی میں یہ دن اللہ کی بشارت، اللہ کے انعامات اور اللہ کے احسان کے لیے یادگار دن ہے کہ اس دن اُس نے اُن کو فرعون کی غلامی سے نجات دی اور فلسطین کی حکومت ان کو عطا کی۔ دیگر قوموں نے اپنے جشن اور عید کو تہواروں اور سال کے موسموں سے باندھ رکھا ہے۔ جب موسم سرما کی سرد راتیں ختم ہو جاتی ہیں اور بہار کی پہلی کونپل پھوٹتی ہے تو کہیں نوروز کا جشن منایا جاتا ہے، کہیں بسنت کا جشن منایا جاتا ہے۔ کہیں فصل کی کٹائی کے دن کو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہوتا ہے' عید کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی قومیں طرح طرح کے جشن مناتی ہیں۔ لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عید کے دونوں دنوں کو قرآن مجید اور ہدایت کی نعمت کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ قرآن مجید کے نزول کا مہینہ ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرۃ ۲:۱۸۵) ''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا'' جس میں روشنی بھی ہے، رہنمائی بھی ہے اور سارے انسانوں کے لیے ہدایت ہے۔ آگے چل کر اس عظیم نعمت کے اظہار تشکر کے طور پر فرمایا:

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (البقرہ ۲:۱۸۵)

''تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمھیں سرفراز کیا ہے' اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو''۔ چنانچہ عیدالفطر کا دن نزول قرآن کی سالگرہ کا جشن ہے جو ایک مہینے کے روزوں کے بعد دُنیا بھر کے مسلمان مناتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حج اور قربانی کا پورا نظام بہت قدیم اور پرانا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر مکمل کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے کہا کہ لوگوں کو حج کے لیے پکارو۔ لوگ حج کے لیے آئے اور عرفات کے میدان میں اللہ کے حضور میں حاضر تھے' اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے اُس احسان کا اعلان فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے ظاہر ہوتا

ہے کہ دراصل یہ دوسری عید ہدایت کے مکمل ہونے کا جشن بھی ہے۔ اس میں اسوۂ ابراہیمی کی پیروی، حج کے مناسک کی ادائیگی اور قربانی کے ساتھ ساتھ جو چیز مسلمانوں کے لیے خاص طور پر شامل ہے، وہ یہ کہ اس عید سے ایک دن پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ فرمان نازل فرمایا اور اپنے اس احسان کو مکمل کرنے کا اعلان فرمایا کہ خدا کی سب سے بڑی نعمت اور زندگی بسر کرنے کا صحیح راستہ تم کو بتا دیا گیا ہے، جس سے دنیا کے اندر کامیابی، فلاح اور ترقی تمھارے حصّے میں آئے گی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام اور اَجر اس کی خوشنودی اور رضا تمھیں ملے گی۔ اس بات کا اعلان اللہ تعالیٰ نے اُس عید سے، جسے ہم عیدالاضحیٰ یا قربانی کی عید کہتے ہیں، ایک دن پہلے عرفات کے میدان میں فرمایا۔

آپ غور کریں کہ دونوں عیدوں کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے کتنا گہرا تعلّق ہے۔ رمضان کے سارے روزے تو اسی لیے ہیں کہ ہم اللہ کی ہدایت سے واقف ہوں، اُس ہدایت کو سنیں، اس کو پڑھیں، تقویٰ کی کیفیت ہمارے اندر پیدا ہو اور ہمیں اپنے اوپر اتنا ضبط اور ڈسپلن حاصل ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز سے روکا ہے، اُس چیز سے رک جائیں۔ اس ہدایت پر عمل پیرا ہونے کے لیے، اللہ کی شریعت کی جو امانت ہمارے پاس ہے، اس کا بوجھ اٹھانے کے لیے جس کردار کی، جس انسان کی ضرورت ہے، وہی رمضان المبارک کے ۳۰ دنوں کے روزوں کے اندر بنایا جاتا ہے۔

بقرعید کی تقریب اور جشن اس ہدایت کے بالکل ایک دوسرے پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے اور وہ پہلو یہ ہے کہ یہ ہدایت اس بات کا بھی مطالبہ کرتی ہے کہ اس کے ماننے والے اپنی شخصیت کی مکمل تعمیر کے لیے اور اپنے دین پر مکمل طور پر عمل کرنے کے لیے، قربانی دینے کو تیار ہوں۔

حج کی پوری عبادت صرف دو چیزوں سے مرکب ہے: ایک قربانی، دوسرے حرکت واجتماع۔ قربانی تو آدمی یہ دیتا ہے کہ اپنے گھر بار کو، اور اعزہ واقربا کو چھوڑ کر نکلتا ہے۔ آج تو سفر آسان

ہے لیکن پہلے وہ دور دراز کا سفر اختیار کرتا تھا۔ اس راہ میں خطرات بھی ہوتے تھے۔ مہینوں اُس کو خبر نہیں ہوتی تھی کہ گھر پر کیا گذر رہی ہے، نہ کوئی ڈاک کا نظام تھا، نہ تار کا اور نہ کوئی اور نظام تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اپنی آمدنی اور کمائی کے ذریعے کو بھی وہ قربان کرتا تھا۔ مال کی، وقت کی، رشتوں کی، تعلقات کی سب کی قربانی دے کر وہ حج پر جاتا تھا۔

حج کی عبادت میں سب سے بڑی چیز اور اس کا رکنِ اعظم نویں ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں پہنچ جانا اور وہاں چند سیکنڈ، چند منٹ یا چند گھنٹے قیام کرنا ہے۔ اس رکن کے بغیر حج مکمل نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ چھوٹ جائے تو اس کی کوئی تلافی نہیں ہے۔ حج میں کوئی اور خامی ہوجائے، کوئی ترتیب بدل جائے، کوئی خرابی ہوجائے، آپ پتھر نہ پھینک سکیں، قربانی نہ کرسکیں، ان سب کے لیے تو قضا ہوسکتی ہے یا دَم دے کر تلافی ہوسکتی ہے لیکن اگر نویں تاریخ کو آدمی عرفات کے میدان میں حاضر نہ ہو تو پھر سوائے اس کے کوئی تلافی نہیں ہے کہ اگلے سال پھر نویں تاریخ کو اُسی میدان میں پہنچے۔ حج میں کچھ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ نماز میں قرأت ضروری ہے، تسبیح ضروری ہے، تکبیر ضروری ہے لیکن حج میں کچھ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ روزے کی طرح اس میں بھوکا پیاسا رہنا ضروری نہیں ہے۔ سفر خرچ اور قربانی کے علاوہ زکوٰۃ کی طرح کچھ اور بھی جیب سے نکالنا ضروری نہیں ہے۔ زبان سے کوئی کلمات کہنا بھی ضروری نہیں ہے۔ آدمی کوئی دُعا مانگے یا نہ مانگے، تسبیح وتکبیر پڑھے یا نہ پڑھے لیکن گھر سے نکل کر وہ بیت اللہ میں حاضر ہوکر طواف کرے، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اور میدانِ عرفات کے اندر حاضر ہوجائے۔ منیٰ میں بھی تین دن ٹھہرنا ضروری نہیں ہے۔ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ج وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لا لِمَنِ اتَّقٰى ط (البقرۃ ۲:۲۰۳) ”پھر جو کوئی جلدی کر کے دو ہی دن میں واپس ہوگیا تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ یہ دن اس نے تقوے کے ساتھ بسر کیے ہوں“۔ اگر آدمی بالکل خاموش رہے، طواف کرلے، سعی کرلے، عرفات کے میدان میں پہنچ جائے، اس کا حج بالکل مکمل ہوجائے گا۔ اس کے علاوہ کوئی چیز ضروری نہیں ہے۔ اعضا کو کسی قسم کی

حرکت دینا ضروری نہیں ہے' سوائے اس کے کہ آدمی حرکت کرے، اپنی جگہ سے ہلے، سفر کرے اور ایک میدان میں پہنچ کر وہاں جمع ہو جائے۔ آپ غور کریں تو حج کا خلاصہ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ آدمی قربانی کرتا ہے، اس موقع پر حاجی پتھر بھی مارتا ہے، منیٰ کے میدان میں قیام بھی کرتا ہے، بیت اللہ کا طواف بھی کرتا ہے، ان سب میں حرکت، سفر اور قیام یہ اس سارے حج کے ارکان کا خلاصہ ہے جو نکال کر پیش کیا جا سکتا ہے۔

حج دراصل اس بات کا جشن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو، اپنی ہدایت کی نعمت کو، قرآن مجید کو مکمل فرما دیا۔ اپنی سب سے بڑی نعمت ہمارے ہاتھوں میں تھما دی۔ اس حج کے ساتھ جو عید ہے وہ قربانی کا جذبہ پروان چڑھانے کے لیے ہے۔ رمضان کا جشن تقویٰ پیدا کرنے کا ذریعہ تھا جس کے بغیر قرآن مجید کا حق ادا نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ عید قربانی کی عید ہے۔ ہماری زبان میں اس کا نام ہی عید قربان ہے۔

حج کی عبادت اُسی پر فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو اور عمر میں ایک دفعہ فرض ہے۔ شروع سے آخر تک یہ عبادت قربانی، حرکت، سفر، قیام اور وقوف کے اوپر مبنی ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ دین اس لیے آیا ہے کہ ایک طرف تو آدمی کو اپنے اوپر کنٹرول اور ضبط نفس حاصل ہو اور وہ اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھ سکتا ہو۔ اگر وہ صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک اللہ کے حکم سے ہر اُس چیز سے اپنے آپ کو روک سکتا ہے جو حلال بھی ہے تو باقی زندگی میں وہ اُس چیز سے بھی اپنے آپ کو روک لے جو حرام ہے۔ مال حرام نہ کھائے، کسی کا حق نہ مارے۔ لیکن عید قربان جو دراصل قربانی کی عید ہے' آدمی کو اس بات کے لیے تیار کرتی ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلے، اس راہ میں اپنا وقت بھی دے، اپنا مال بھی خرچ کرے، سفر بھی کرے اور اللہ کی راہ میں نکل کے اُس سے اپنی محبت اور اپنے عشق کا اظہار بھی کرے۔ اس بات کی علامت کے طور پر کہ دنیا کو اُس نے بالکل چھوڑ دیا ہے' اپنے کپڑے اُتار کر دو سفید چادریں پہن لے۔ وہ اللہ کی راہ میں نکلا ہے تو اُس نے وہ لباس پہن لیا جو اللہ کے دربار میں حاضر ہونے کے لیے وہ موت کے وقت پہنے گا۔

اُسی لباس کو پہنے ہوئے وہ دیوانہ وار اللہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے، اُس کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا ہے، اُس کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس گھر میں قیام نہیں فرماتا اس لیے کہ وہ اس طرح کا بیت اللہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ وہیں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے، یہاں بھی موجود ہے، اس وقت بھی ہے۔ جہاں بھی آپ ہیں وہاں' آپ کے ساتھ ہے۔ لیکن اُس نے اُس گھر کو اپنے نام سے موسوم کر لیا ہے' اسی لیے وہ اُس کا گھر کہلایا۔ اس لیے آدمی اُس پتھروں کے گھر سے، جس کے اندر فنِ تعمیر کا کوئی حسن نہیں ہے، نہ اُس کے اندر کوئی گنبد ہے، نہ کوئی مینار بنے ہوئے ہیں، نہ اس کی دیواریں اور عمارتیں بڑی شاندار ہیں، وہ تو پتھر اور گارے کا گھر ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے سے نسبت دے لی ہے، اس لیے آدمی اس کے چکر لگاتا ہے۔

ایمان کی حقیقت کا مزہ تو اس کو حاصل ہوتا ہے جو سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرے۔ جب محبت ہو جائے تو محبُوب کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔ اُس نے کہا ہے کہ حجرِ اَسود میرا دست ہے، میرا ہاتھ ہے، تو آدمی جا کر اُس کو چومتا ہے۔ اس گھر کو اُس نے کہا ہے کہ میرا گھر ہے تو آدمی اُس کے گرد چکر لگاتا رہتا ہے، کچھ نہیں پڑھتا، بس اُس کے گرد دیوانہ وار چکر لگاتا رہتا ہے۔ بوڑھے ہوتے ہیں، جوان ہوتے ہیں، عورتیں ہوتی ہیں، بچے ہوتے ہیں، کالے ہوتے ہیں، گورے ہوتے ہیں، پیلے ہوتے ہیں، ہزاروں قدم ہیں جو اس گھر کے چاروں طرف گردش میں رہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ نسبت دے دی ہے۔

وہاں پر دو پہاڑیاں ہیں۔ بظاہر تو چھوٹی سی پہاڑیاں ہیں۔ اُن کے اندر بھی کوئی حسن نہیں ہے۔ اُن کا سارا حسن اس وجہ سے ہے کہ اللہ کی ایک بندی نے' ایسی حالت میں جب بظاہر کوئی سہارا اور کوئی آسرا نہیں تھا' اللہ کے اوپر بھروسا کیا اور بے چینی اور اضطراب کے ساتھ، اُس پہاڑی سے اِس پہاڑی پر اور اِس پہاڑی سے اُس پہاڑی پر چکر لگاتی رہیں۔ [رضی اللہ عنہا]۔ ان ہی کی سنت کی پیروی میں دو پہاڑیوں کے درمیان چکر ہو گیا جو اس بات کی علامت ہے کہ

دین کے اندر اصل چیز تو کوشش ہے، اس کا نام سعی ہے۔ سعی کے معنی ہی کوشش کے ہیں۔ لہٰذا اصل چیز تو کوشش ہے، اللہ کی راہ میں قدم اٹھانا ہے، اللہ کی راہ میں چلنا ہے، اللہ کے اوپر بھروسا کرنا ہے۔ جو اللہ پر بھروسا کرے گا، اللہ کی راہ میں نکلے گا، اللہ کی راہ میں چلے گا تو ہوسکتا ہے جہاں کہیں دُور دُور پانی کا نشان نہ ہو، انسان کا نام ونشان نہ ہو، کوئی غذا کا بندوبست نہ ہو، ایک تنہا عورت اور ایک شیر خوار بچہ ہو تو اللہ ایک بچے کے پاؤں کی ٹھوکر سے بھی پانی کا چشمہ نکال سکتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیُر۔

سعی کی پوری عبادت یہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف کلمات کا دہرانا مطلوب نہیں ہے بلکہ یہ مطلوب ہے کہ آدمی اللہ کی راہ میں قدم اُٹھائے، اس کی راہ میں نکلے، اس کی راہ میں چلے، اس پر بھروسا رکھے، اُس سے محبت کرے اور جو اُس نے مقرر کر دیا، خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے کہ ان پہاڑیوں کے درمیان چکر لگانے کا کیا فلسفہ ہے، ان کی کیا حکمت ہے، لیکن آدمی اللہ کے حکم کی خاطر چکر لگائے، اِدھر سے اُدھر جائے، اُدھر سے اِدھر آئے اور سات چکر مکمل کرے۔ اس طرح سعی کی عبادت مکمل ہو جاتی ہے۔ پھر احرام باندھے اور تین میل کے فاصلے پر منیٰ کی طرف جائے، قیام کرے، پھر اٹھے اور عرفات میں ڈیرے ڈالے، عرفات سے واپس آئے، مزدلفہ میں ڈیرے ڈالے، وہاں سے واپس آئے، پھر منیٰ میں ڈیرے ڈالے، اور پھر جا کر ایک دفعہ طواف کر کے آ جائے، تو اس کا حج مکمل ہو گیا۔

اس ساری عبادت کے اندر سوائے کوشش کے، محبت کے، محنت کے، بھاگ دوڑ کے سفر کے، قربانی کے کچھ نہیں ہے۔ چاہیے کہ اللہ کے دربار میں حاضر ہو جائے، اس کی ایک ایک عبادت سے، ایک ایک نشان سے دیوانہ وار محبت کرے، اُس سے چمٹے، اس کو پیار کرے، چومے۔ اس کے علاوہ اس عبادت کے اندر کچھ نہیں ہے۔ اسی بات کی تربیت کے لیے عرفات کے میدان میں نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی جس کے بارے میں یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے آ کر یہ کہا کہ تمھارے پاس تمھاری کتاب میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو۔

اگر یہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس کے یومِ نزول کو یومِ عید بنا لیتے، اس دن جشن مناتے، خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے، اچھے کپڑے پہنتے، کھانے کھاتے، یہ تو ہمارا جشن کا دن بن جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ آیت کس دن نازل ہوئی اور وہ دن تو ہمارے لیے پہلے ہی سے عید کا دن ہے۔ یہ آیت تو عرفات کی جگہ، جمعے کے دن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری حج کے موقع پر وہاں کھڑے ہوئے تھے اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اُس دن اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا اور اس کا اگلا دن عید کا دن قرار پایا۔

یہ اسوۂ ابراہیمی علیہ السلام کی یاد میں تو ضرور ہے لیکن اصل بات جو ہمیں یاد رکھنی چاہیے' یہ ہے کہ یہ اس آیت کے نزول کا بھی جشن ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم ہزاروں معبُودوں کی چوکھٹ پر سر رکھتے، اُن کے غلام ہوتے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے وہ دین پسند کیا جس میں صرف ایک ہی کے لیے سجدہ ہے، ایک ہی کے لیے بندگی ہے اور ایک ہی کے لیے غلامی ہے۔ اس کا ہم پر یہ احسان ہے اور اس احسان کا جشن یہ عید ہے۔ اس احسان کا حق ادا کرنے کے لیے قربانی کا جذبہ ضروری ہے۔ حاجی گھر سے نکل کر، سفر کر کے، بیت اللہ میں حاضر ہو کر، اللہ کے در پر ہاتھ پھیلا کر، منیٰ اور عرفات میں سفر کر کے، پتھر مار کر، قربانی کر کے اپنے اس قربانی کے پورے جذبے کا اظہار کرتا ہے۔ جب کہ دنیا بھر کے مسلمان' جس جگہ بھی ہوں' جس کی استطاعت ہوتی ہے ایک جانور کی قربانی دے کر اسی جذبے کا اظہار کرتا ہے' جس کی استطاعت نہیں ہوتی وہ نہیں دے پاتا' لیکن سب لوگ جشن مناتے ہیں اور دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔

یہ سب سے پہلے اس بات کا جشن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنا مکمل دین عنایت فرمایا۔ اس دین کے تقاضے پورا کرنے کے لیے قربانی کا یہ جذبہ ضروری ہے۔ یہ دین صرف اسی بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ ہم رمضان کی راتوں میں کھڑے ہو جائیں، ہاتھ باندھ کر قرآن مجید کی تلاوت کریں، بھوکے پیاسے رہیں، رہبانیت اختیار کریں اور اپنے نفس کو اپنے قابو میں کریں، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اس کی تکمیل اس طرح ہوسکتی ہے کہ اس کے ماننے والے اللہ کی راہ

میں نکلیں، اپنا وقت دیں، اپنا مال دیں، اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ جو چیزیں اللہ تعالیٰ کو پیاری ہیں' ان سے والہانہ محبت کریں۔ پتھروں کا گھر خانہ کعبہ اس کو پیارا ہے، صفا و مروہ کی پہاڑیاں اس لیے اس کو محبُوب ہیں کہ حضرت ہاجرہؓ نے اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے اس کے گرد چکر لگائے، عرفات کا میدان اس کو اس لیے محبُوب ہے کہ لاکھوں بندے اس میں جمع ہو کر اس کے حضور گڑگڑاتے اور روتے ہیں، لیکن اس کو سب سے بڑھ کر محبُوب تو اس کا دین ہے جو اس نے ہم کو عنایت فرمایا ہے، اس کی کتاب ہے جو اس نے ہم کو عنایت فرمائی ہے۔ اس کتاب کا نزول بھی جشنِ عید ہے اور اس کا مکمل ہونا بھی عید ہے۔ یہ وہ جشنِ عید ہے جس کے لیے ہم کو اپنے اندر قربانی کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔

اس عید کو اسوۂ ابراہیمی علیہ السلام کے ساتھ باندھ کے اللہ تعالیٰ نے ہم کو کئی چیزوں کی تعلیم دی ہے۔ سب سے بڑھ کر ہم کو توحید کی تعلیم دی ہے کہ اللہ کی ایسی بندگی کی جائے جس میں کوئی اس کا شریک نہ ہو۔

اللہ کی راہ میں قربانی، رشتوں کی قربانی، وطن کی قربانی، مال کی قربانی ہر چیز کی قربانی کا اُسوہ اگر کوئی ہے تو وہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ ہے۔ باپ کو ترک کر دیا، وعدہ کیا کہ میں آپ کے لیے استغفار کروں گا، مغفرت مانگوں گا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا کہ مشرک کے لیے استغفار نہیں ہوسکتا' اُس سے بھی رک گئے۔ اپنے وطن میں وہاں کے سب سے بڑے پجاری کے بیٹے تھے، سب سے بڑے پیر کی گدی اُن کے لیے مخصوص تھی، اگر اُس گدی پر بیٹھتے تو اپنی قوم کے پیشوا ہوتے، مذہبی دینی سردار ہوتے، بتوں کی پوجا کرتے تو لاکھوں کا مال پوجا پاٹ کی صورت میں ان کے قدموں میں نچھاور ہوتا مگر اس سب کو چھوڑ دیا۔ آگ میں ڈالے گئے تو اُس میں کود گئے اور اس میں بھی انھوں نے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ گھر چھوڑنا پڑا تو گھر چھوڑ کر نکل گئے اور فلسطین، شام اور مصر کے صحرا میں اور جنگل میں در بدر مارے مارے پھرے۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنے شیر خوار بچے اور بیوی کو وہاں پر چھوڑ آ ؤ جہاں اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے گھر کی بنیادیں موجود ہیں۔ تو بلا چون و چرا اپنے بچے اور بیوی کو وہاں چھوڑ آئے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (اٰل عمرٰن ۳:۹۶) ''بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ اس کو خیر و برکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت بنایا گیا تھا۔'' اس کے بعد جب آخر میں یہ حکم ہوا کہ وہ بچہ جو بارہ تیرہ سال کا ہوگیا تھا، چلنے پھرنے کے لائق ہوگیا تھا فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْىَ اس کو ذبح کردو۔ انھوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اِنِّىْ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اَنِّىْٓ اَذْبَحُكَ ''میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں'' اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ (الصّٰفّٰت ۳۷:۱۰۲) اس نے کہا: ''ابا جان! جو کچھ آپ کو حکم دیا جارہا ہے اسے کر ڈالیے، آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے''۔ آخرکار جب دونوں نے اللہ کے آگے اپنے آپ کو ڈال دیا، اور باپ نے بیٹے کے گلے پر چھری رکھ دی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بس اب امتحان مکمل ہوگیا اور ندا آئی کہ ابراہیم علیہ السلام تو نے خواب سچ کر دکھایا۔

ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ط قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ط (البقرۃ ۲:۱۲۴) ''یاد کرو کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اُتر گیا تو اس نے کہا: ''میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں''۔

آپ آج دنیا کے اندر عیسائیوں کی، مسلمانوں کی اور یہودیوں کی آبادی شمار کریں، یہ دیکھیں کہ اُن کے پاس کتنے وسائل ہیں، کتنا اقتدار ہے۔ یہ سب کے سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جدِّامجد مانتے ہیں۔ سب کو اس بات کا دعویٰ ہے کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وارث ہیں۔ کوئی بھی ان کے نام سے انکار نہیں کرتا۔ اگر کچھ لوگوں کی یہ تحقیق تسلیم کی جائے کہ برہمن کا لفظ

بھی دراصل ابراہیم علیہ السلام سے نکلا ہے، اس لیے کہ ب، ر، ہ اور م کا بھی وہی مادہ ہے جس سے یہ لفظ نکلا ہے تو یہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی شاید اپنا سلسلہ وہیں تک جا کر پہنچائیں گے۔ ڈھائی ہزار سال قبل مسیح حضرت ابراہیمؑ نے توحید کے دین کو قائم فرمایا تھا اور اللہ کا یہ وعدہ کہ میں تم کو لوگوں کا قائد بناؤں گا' ان کے حق میں پورا ہوا۔ لیکن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ''کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (البقرۃ ۲:۱۲۴) ''میرا وعدہ ظالموں سے متعلّق نہیں ہے''۔ گویا وہ اعمال کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہ نسل اور نسب میں منتقل نہیں ہوگا۔ یہ کسی لیبل کے ساتھ نہیں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام لیبل لگا لیا، محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا لیبل لگا لیا، موسیٰ علیہ السلام کا لیبل لگا لیا، عیسیٰ علیہ السلام کا لیبل لگا لیا تو اللہ تعالیٰ کشتی پار لگا دے گا۔ جو لوگ ظلم کی روش پر چلیں گے' ان کے ساتھ میرا کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ یہ تو اُن کے ساتھ ہے جو ایمان اور اسلام کی روش پر چلیں گے۔

یہ عید قربان اللہ تعالیٰ کے دین کے مکمل ہونے کا جشن بھی ہے۔ اُسوۂ ابراہیمی علیہ السلام ہی تمھارے لیے اسوہ ہونا چاہیے۔ اس اسوے کا جو پہلو ہمیشہ ہمارے سامنے رہنا چاہیے وہ ایک طرف تو قربانی ہے، جان کی قربانی، مال کی قربانی، اللہ کی راہ میں نکلنا، اُس کی راہ میں کوشش کرنا، اس کی راہ میں مال دینا۔ یہ قربانی حاجی بھی کرتا ہے اور قربانی دینے والا بھی کرتا ہے۔ اگر روزہ تقویٰ پیدا کرتا ہے، اللہ کی بندگی کرواتا ہے، راتوں کو کھڑا رکھتا ہے، تو حج گھر سے نکال دیتا ہے۔ قربانی تو اس بات کی تربیت دیتی ہے کہ گھر سے نکلو' سفر کرو' جاؤ کہ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ کا جو دین مکمل ہوا ہے' وہ نافذ نہیں ہوسکتا۔ اسوہ ابراہیمی علیہ السلام دراصل توحید کی علامت ہے۔ وہ علامت یہ ہے کہ گناہ تو آدمی سے ہوتے ہیں، قربانی کے اندر کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں لیکن زندگی کا رخ بس ایک ہی رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے توحید کو پایا۔ ستارے ڈوب گئے، چاند ڈوب گیا، سورج ڈوب گیا۔ فرمایا کہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ (الانعام ۶:۷۶) ''کہ ڈوبنے والی چیزیں میری زندگی کا مقصود نہیں بن سکتیں''۔ جو چیزیں ڈوب جاتی ہیں' ختم ہو جاتی ہیں' وہ قبلہ نہیں بن سکتیں،

زندگی کا مطلوب نہیں ہوسکتیں۔ ان سب چیزوں سے مبرا ہوکر انھوں نے اعلان کیا: اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (الانعام ۶:۷۹) ''میں نے تو یکسو ہوکر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کرلیا ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں''۔

شرک یہ نہیں ہے کہ انسان اللہ کی بندگی میں کسی کو شریک کرے۔ شرک کے بہت سارے معنی اور پہلو ہیں۔ زندگی کا ایک قبلہ ہونا چاہیے، ایک رخ ہونا چاہیے، ایک مقصود ہونا چاہیے، ایک منزل ہونی چاہیے۔ یہ رخ، یہ قبلہ، مقصود دُنیا کی کوئی چیز نہیں بن سکتی کہ اس میں سے ہر چیز ہلاک ہونے والی اور ختم ہونے والی ہے، کچھ دیر بعد ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ ط (القصص ۲۸:۸۸) ''ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے' سوائے اللہ کے چہرے کے''۔ وہی بات جو ابراہیم علیہ السلام نے کی کہ جو ڈوبنے والے ہیں' میں اُن سے محبت نہیں کرسکتا۔ یہ قربانی کا سبق ہے، یہ'' اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدۃ ۵:۳)'' کا سبق ہے۔

عیدِقرباں حج کے موقع پر اُس مقام پر منائی جاتی ہے جس کی طرف ہر نمازی قبلہ کے اندر رخ کرتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ پوری زندگی کا رخ اُس کی طرف ہونا چاہیے جو بیت الحرام کا رب اور مالک ہے۔ اِسی کے بعد آدمی قربانی دے سکتا ہے۔ جب بہت سارے مقصود ہوں، بہت سارے محبُوب ہوں، بہت سارے قبلے ہوں تو پھر آدمی وہ قربانی نہیں دے سکتا جو مطلوب ہے اور جس کے بغیر دین کے مکمل ہونے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

میرے بھائیو اور دوستو! یہ جو عید کا دن آنے والا ہے' اس کا یہ سبق ہے کہ اپنے اندر زندگی کا مقصد ٹھیک کریں اور اللہ کی راہ میں نکلیں اور قربانی دیں۔ یہی سبق ہے جو ہم کو یاد رکھنا چاہیے۔

جس حدیث کا مطالعہ کیا گیا ہے' اس کا اُردو ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے جو یہودیوں میں سے تھا'

اُن سے کہا: یا امیر المومنین! ایک آیت آپ کی کتاب میں ایسی ہے کہ اگر یہ آیت ہم یہودیوں کے اوپر نازل ہوتی تو ہم اُس دن کو اپنے لیے عید کا دن بنا لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ یہودی نے کہا: اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ (المائدۃ ۵:۳) ''آج کے دن میں نے تمھارے لیے، تمھارے دین کو مکمل کر دیا، تمھارے اوپر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اُس دن کو اور اس جگہ کو ابھی جانتے ہیں جہاں یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اتری تھی۔ آپ اُس وقت میدان عرفات میں کھڑے ہوئے تھے۔ جمعے کا دن تھا۔

❖ ❖ ❖